57

ایسا کوئی رسُول نہیں آیا جس سے استہزاء نہ کیا گیا ہو

فرمودہ ۱۱ر مئی ۱۹۱۷ء

حضور نے تشہّد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○ (یٰس:31)

فرمایا:۔ بظاہر تو شاید کسی کو یہ بات بے جوڑ معلوم ہو کہ مَیں نے سورۃ فاتحہ کے ساتھ کہ جس کی ابتداء بسم اللہ کے بعد الحمد للہ سے ہوتی ہے۔ اور جو مومنوں سے بڑے بڑے عظیم الشان وعدے کرتی ہے۔ دوسری ایسی آیت پڑھی ہے جس میں ایسے مضامین بیان کئے گئے ہیں جو درد پیدا کرنے والے اور دُکھ کا اظہار کرنے والے ہیں۔

سورۃ فاتحہ تو اس طرح شروع ہوتی ہے۔ خدا کا شکر ہے جو ایسا خُدا ہے۔ اور جس کی یہ تعریفیں ہیں۔ اور دوسری آیت میں یہ مضمون ہے کہ افسوس بندوں پر کہ ان کے پاس کوئی ایسا رسُول نہیں آیا۔ جس کو انہوں نے ہنسی اور ٹھٹھے میں نہ اڑایا ہو۔ بظاہر تو ان آیات میں کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن میرے نزدیک بہت بڑا تعلق ہے۔

خوشیاں کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ اور ہر ایک قسم کی خوشی کا احساس مختلف طریقوں سے ہوتا ہے جب کوئی رنج کی بات ہو تو اس کے مقابلہ میں ایک خوشی بھی ہوتی ہے۔ اور ایسی خوشی کی قدر بہت زیادہ ہوتی ہے۔ مثلاً ایک ایسا شخص ہو جس نے کبھی اندھا نہ دیکھا ہو تو اس کو آنکھوں کی قدر نہ ہوگی۔ جیسی اس شخص کو ہوگی جس نے اندھے کو ٹھوکریں کھاتے اور تکلیف اٹھاتے دیکھا ہوگا اسی طرح جس نے لنگڑا نہ دیکھا ہو۔ اس کو ٹانگوں کی ایسی قدر نہیں ہوگی جیسی اس شخص کو ہوگی جس نے لُولے لنگڑوں کو دُکھ اُٹھاتے دیکھا ہوگا۔ اسی طرح جس شخص نے کوئی پاگل نہ دیکھا ہو۔ اس کو ہوش و حواس کی ایسی قدر نہ ہوگی جیسی اس کو ہوگی جس نے کسی پاگل کی دردناک حالت دیکھی ہوگی۔ اسی طرح جس نے جاہل کو نہ دیکھا ہوگا اس کو علم کی قدر نہ ہوگی۔ جس شخص نے کبھی تاریکی اور ظلمت کو نہ دیکھا ہو اس کو روشنی کی قدر نہ ہوگی۔ لیکن جب انسان لنگڑے کو دیکھتا ہے تو اس کو

اپنی ٹانگوں کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ اور جب انسان اندھے کو دیکھتا ہے تو اپنی آنکھوں کی قیمت معلوم ہوتی ہے۔ جب تاریکی کو دیکھتا ہے تو روشنی اور نور کی قدر معلوم ہوتی ہے۔

اسی طرح وہ جماعت جس کو خدا تعالیٰ نے ایک نبی کی معرفت دی ہو وہ جب ایک طرف دیکھتی ہے کہ خُدا نے اسے ایک نبی کی معرفت کی توفیق دی ہے اور دوسری طرف اسے یہ دکھائی دیتا ہے کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کو یہ توفیق حاصل نہیں ہوئی۔ اور وہ اس نعمت سے محروم پڑے ہیں تو اس وقت اسے حقیقی خوشی کا احساس ہونے پر جہاں اس کے منہ سے بے اختیار الحمدللہ کا کلمہ نکلتا ہے وہاں محروم رہنے والے لوگوں کو دیکھ کر حسرت وافسوس کے کلمات بھی نکلتے ہیں کہ افسوس یہ قوم نبیٔ وقت کی شناخت سے محروم رہی جاتی ہے۔

پس مَیں نے جو سورہ فاتحہ پڑھی ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے کہ ہمیں اپنے نبی کی معرفت کی توفیق دی ہے۔ لیکن جب ان لوگوں کی طرف نظر جاتی ہے جو اس نبی پر ہنسی کر رہے ہیں تو زبان سے یہ حسرت بھرا کلمہ نکلتا ہے کہ افسوس بندوں پر کہ ان کے پاس کوئی ایسا نبی نہ آیا جس پر انہوں نے ہنسی نہ کی ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ حسرت کہتے ہیں کسی کھوئی ہوئی چیز پر جو رنج پیدا ہوتا ہے۔ لیکن انسانوں اور خُدا کی حسرت میں فرق ہے۔ انسانوں کی حسرت تو یہ ہے کہ جب ان کی کوئی چیز کھوئی جاتی ہے۔ تو وہ اس پر رنج کے ساتھ افسوس کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ ان کا نقصان ہو گیا ہوتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کے حسرت کرنے کے یہ معنے نہیں کہ نبی کے ساتھ استہزاء کرنے سے اس کا کچھ نقصان ہو گیا ہے۔ جس پر خدا تعالیٰ افسوس کر رہا ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کا حسرت کا اظہار کرنا محبت کی علامت ہوتی ہے کہ افسوس یہ بندے اپنی اصلاح کر کے ہلاکت سے بچ سکتے تھے۔ مگر باوجود اس کے کہ ہم نے ان کو اصلاح کرنے کے ذرائع بتائے لیکن انہوں نے بجائے ان کی قدر کرنے کے اُلٹا ان سے ہنسی مذاق اور استہزاء شروع کر دیا۔ اگر ایسا نہ کرتے تو اس میں ان کا ہی فائدہ تھا۔ پس یہ حسرت خدا تعالیٰ کے کسی نقصان پر دلالت نہیں کرتی۔ بلکہ اس محبت کا اظہار کرتی ہے جو اسے اپنے بندوں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ افسوس ہے بندوں پر کہ ہم نے ان کے پاس کوئی نبی اور رسول نہ بھیجا جس کے ساتھ انہوں نے ہنسی اور مذاق نہ کیا۔ ہمیشہ بندوں کا طریق یہی رہا۔ تمام خدا کے رسولوں میں سے کوئی ایک بھی مثال پیش نہیں کی جا سکتی جس پر ان لوگوں نے ہنسی نہ کی ہو۔ اس کی ہر ایک بات کو حقیر نہ جانا ہو۔ اس کی تعلیم پر انہوں نے ہنسی کی اس کی پیشگوئیوں پر

انہوں نے اعتراض کئے۔اس کی جماعت کو حقیر اور ذلیل انہوں نے بتایا کہ یہ کیا مٹھی بھر لوگ ہیں۔تمام دنیا کے مقابلہ میں کیا کریں گے۔اس نے جو دین کی خدمات کیں وہ ان کی نظر میں نہ جچیں ان کو حقیر بتایا اور کہا کہ اس نے دین کی کوئی بڑی خدمت نہیں کی ہے۔اس سے بڑھ کر تو فلاں فلاں نے کی ہے۔اس کی پیشگوئیوں کے متعلق کہا کہ اس طرح تو جوتشی بھی کر لیتا ہے۔غرض اسے اور اس کی ہر ایک بات کو حقیر جانا۔اس کے اخلاق و عادات پر اعتراض کئے گئے۔اس کی خوبیاں بھی انہیں برائیاں نظر آئیں اور جو بات بھی اس نے پیش کی۔اسی پر انہوں نے سر ہلا کر کہہ دیا کہ کچھ نہیں تو ایک نبی بھی ایسا نہیں جس سے انہوں نے ایسا سلوک نہ کیا ہو۔حتّٰی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو اگلے اور پچھلے سب نبیوں سے افضل اور سب کے سردار تھے۔جن کی خوبیوں کا انسان نہ آپ سے پہلے کوئی پیدا ہوا نہ آئندہ ہوگا۔اس عظیم الشان انسان کو بھی حقیر سمجھا گیا اور اس پر بھی استہزاء کیا گیا۔

پس جبکہ استہزاء سب انبیاء کے ساتھ ہوا تو ضرور تھا کہ اب جو رسُول آیا ہے اس کے ساتھ بھی ہنسی اور استہزاء سے پیش آیا جاتا۔اور اگر اس سے استہزاء نہ کیا جاتا تو گویا وہ رسول نہ ہوتا۔اگر کوئی نبی ہو کر آئے۔اور لوگ اس سے ہنسی اور استہزاء نہ کریں وہ نبی نہیں ہو سکتا۔کیونکہ خدا تعالیٰ نے نبیوں کی علامات میں سے ایک بڑی علامت یہ بھی مقرر کی ہے۔اور یہ ایسی علامت ہے جس میں کسی ایک نبی کا بھی استثناء نہیں ہے۔

بعض لوگوں کو اس نبی کی شناخت ہی اسی طرح ہوئی۔اور ان کے حق قبول کرنے کا ذریعہ ہی یہ بات ہوئی ہے۔ایک شخص نے مجھے بتایا کہ وہ بالکل کچھ پڑھنا لکھنا نہیں جانتا۔اس کے پاس کسی شخص نے ذکر کیا کہ پنجاب میں ایک شخص نے دعویٰ کیا ہے کہ مَیں مسیح موعود ہُوں۔تمام مولوی اس کی تکفیر کر رہے ہیں۔اور ہر طرف سے اس پر لعنت و ملامت ہو رہی ہے مگر وہ اپنے دعویٰ سے ذرا نہیں ہٹتا۔یہ کہنے سے اس کی غرض استہزاء تھی کہ باوجود مولویوں کے اس قدر ہنسی کرنے کے پھر بھی وہ ایسا آدمی ہے کہ اپنے دعویٰ سے باز نہیں آتا۔لیکن اس شخص نے کہا کہ مَیں نے ایک دفعہ وعظ میں ایک مولوی سے اسی آیت پر وعظ سُنا تھا کہ قرآن میں اس طرح بیان ہوا ہے کہ کوئی ایک بھی نبی ایسا نہیں ہوا جس سے استہزاء نہیں کی گئی۔یہ بات میرے دل میں بیٹھی ہوئی تھی۔مَیں نے اس شخص سے یہ سنتے ہی کہہ دیا کہ وہ سچا ہے۔اس نے پوچھا کیوں؟ مَیں نے جواب دیا کہ اس لئے کہ قرآن میں لکھا ہے کہ کوئی رسول نہیں آیا جس سے لوگوں نے ہنسی نہ کی ہو۔تو اس طرح اس کے لئے یہ بات ہدایت کا موجب ہوئی۔

لیکن بہت سے ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کی عقلیں ماری جاتی ہیں۔اور وہ نبی سے ہنسی اور استہزاء سے پیش آتے ہیں۔دنیاوی لحاظ سے سیّد احمد خاں بڑا آدمی تھا۔بڑا سنجیدہ اور بڑا مہذب ہی نہیں بلکہ دوسروں کو تہذیب سکھلانے کا مدعی تھا۔اور اپنے کام میں بڑا مستقل تھا۔مولویوں کے فتووں سے ہرگز نہیں ڈرا۔جو کام اس نے شروع کیا تھا اس میں لگا ہی رہا۔اس نے مولویوں اور سجادہ نشینوں کے خلاف بہت سے مضامین ان کی غلطیوں اور بداخلاقیوں کے ظاہر کرنے کے لئے لکھے۔لیکن اُس نے بھی حضرت مسیح موعودؑ کے معاملہ میں اپنے تمام اعلیٰ اور سنجیدہ اخلاق کو چھوڑ دیا۔چنانچہ جب حضرت مسیح موعودؑ علی گڑھ تشریف لے گئے تو اس سے کسی نے کہا کہ آپ حضرت مرزا صاحب سے ملیں۔اس نے کہا۔یوں ملنے کا کیا فائدہ ہے۔ملنے کا مزا تو تب ہے کہ مرزا صاحب پیر بنیں اور مَیں مُرید اور پھر روپیہ جمع کریں۔جس میں سے دو[2] حِصّہ وہ خود لے لیں اور ایک حصہ مجھے کالج کے لئے دے دیں۔

دیکھو بڑے اعلیٰ اخلاق اور دوسروں کے اخلاق کی اصلاح کرنے کا مدعی تھا۔مگر جب حضرت مسیح موعودؑ کے مقابلہ میں آتا ہے تو ہنسی سے ہی کام لیتا ہے۔حضرت صاحب سے ہنسی کرنے کی خدا تعالیٰ نے جو سزا اسے دی وہ تو دی ہی۔مگر اُس کا یہ فعل ثبوت تھا اس بات کا کہ اس خُدا کے رسُول کے مقابلہ میں سب سے زیادہ سنجیدہ اور متین کہلانے والوں نے بھی ہنسی سے کام لیا۔پس یہ ایک ایسی سنّت ہے کہ جس سے کوئی نبی اور رسُول نہیں بچا۔حضرت مسیح موعودؑ سے وہ کونسا گروہ ہے جس نے ہنسی نہیں کی۔اور کونسا فرقہ ہے جس نے استہزاء سے کام نہیں لیا۔مولوی بننے والوں نے آپ سے ہنسی کی۔عالم کہلانے والوں نے آپ پر استہزاء کیا۔گدی نشینوں اور فقیروں نے آپ پر آوازے کسے۔لیڈروں اور واعظوں نے آپ سے مخول کئے۔حضرت مسیح موعودؑ کے پاس بعض شخص آتے کہ ہمیں اتنے روپیہ مثلاً ایک لاکھ کی ضرورت ہے۔یہ روپیہ دیجئے۔آپ اس کو سمجھاتے کہ ہمارے پاس کہاں روپیہ ہے۔مگر وہ اصرار کرتے کہ نہیں جی۔آپ کے پاس ہیں۔آپ ضرور دیں۔لیکن جب ان سے پوچھا جاتا کہ تمہیں کس نے یہاں بھیجا ہے تو کوئی نہ کوئی بڑا مولوی ہی معلوم ہوتا۔اب دیکھو وہ صرف ایک خیالی خوشی پر کہ یہ شخص جا کر مرزا صاحب سے مانگے گا۔اور مرزا صاحب اس کو دیں گے نہیں۔اور اس طرح ایک ہنسی ہوگی۔ایسا فعل کرتے اور اس خیالی خوشی کی خاطر وہ خود جھوٹ بولتے اور گناہ کے مرتکب ہوتے۔اور وہ غریب بے وجہ تکلیف میں پڑتا۔

وہ نادان صرف حدیث کے ظاہری الفاظ کے مطابق نہ دیکھ کر حضرت مسیح موعودؑ پر ہنسی کرتے مگر نہیں جانتے تھے کہ آپ کا سِلسلہ بھی اسی طرح غربت سے شروع ہونا تھا جس طرح دوسرے نبیوں کے ہوا کرتے ہیں۔

غرض لوگوں کا آپ پر استہزاء کرنا آپ کی صداقت میں کوئی شک نہیں پیدا کرتا۔ بلکہ اس سے آپ کی صداقت اور ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس سے ہنسی اور استہزاء نہ کیا گیا ہو۔

ابھی کچھ دن ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کی ایک عظیم الشان پیشگوئی پوری ہوئی ہے۔ اس پر مَیں نے دو ٹریکٹ مخالفین کی طرف سے دیکھے ہیں جس میں انہوں نے ہنسی اور تمسخر کا پہلو ہی اختیار کیا ہے۔ ایک ٹریکٹ پرسوں ہی مَیں نے دیکھا۔ جس پر لکھا ہوا تھا "بغرض ریویو" چونکہ حضرت مسیح موعودؑ کی اس پیشگوئی کے متعلق دو مضمون شائع ہوئے ہیں۔ ایک میری طرف سے اور ایک مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے۔ اس لئے اس اشتہار کے لکھنے والے نے اپنی طرف سے یہ چالاکی کی ہے کہ ابتداء میں مولوی محمد علی صاحب کو مخاطب کر کے کچھ بُرا بھلا کہا ہے۔ اور ہماری تعریف کر دی ہے۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ پر اعتراض کئے ہیں۔ اس سے اس نے یہ سمجھا ہوگا کہ قادیان والے تو اس خیال سے کہ میں نے ان کے مخالف مولوی محمد علی کو بُرا کہا ہے۔ میرا جواب لکھنے سے خاموش رہیں گے۔ اور مولوی محمد علی کو جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں۔ کیونکہ اس نے اپنے مضمون میں یہی لکھا ہے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں ایسے ایسے شخص پیدا ہوتے ہیں اور بس۔ اس کے سوا اسے اس بات سے کوئی تعلق نہیں کہ کوئی مرزا صاحب کو مانے یا نہ مانے اس کے نزدیک ماننا یا نہ ماننا برابر ہے۔ اس طرح جب دونوں طرف سے جواب نہیں ملے گا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگوں کے دلوں میں مرزا صاحب کے متعلق ہمارے ڈالے ہوئے شکوک بیٹھ جائیں گے۔

لیکن اس بے وقوف نے ہمارا اندازہ بھی اپنے نفس پر ہی کیا ہے۔ حالانکہ جب کوئی حضرت مسیح موعودؑ کو گالیاں دے اور آپ کی تکذیب کرے گا تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کو جواب دیں۔ خواہ وہ اعتراضات کسی کو مخاطب کر کے کئے گئے ہوں یا ساتھ ہی ہمارے کسی دشمن کو بھی اس میں کچھ کہا گیا ہو۔ کیونکہ خدا کے فضل سے ہم ان لوگوں میں نہیں ہیں جو اپنی دشمنی کی وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ کی شان کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ پھر کیا اسے معلوم نہیں کہ ہماری جو مولوی محمد علی صاحب وغیرہ سے مخالفت ہے وہ کسی ذاتی خصومت کی بناء پر نہیں بلکہ ہمارے خیال میں وہ چونکہ حضرت مسیح موعود کے خلاف چل رہے ہیں اس لئے ان سے اختلاف ہے۔ اب اگر کوئی شخص ان لوگوں کو بُرا بھلا کہتا ہوا حضرت مسیح موعودؑ پر بھی حملہ کر دے تو ہم اس خیال سے کہ اس نے ہمارے مخالفوں کو بُرا بھلا کہا ہے۔ ان اعتراضوں کو دُور کرنے سے اغماض نہیں کریں گے جو حضرت مسیح موعود پر کئے گئے ہوں گے۔ کیونکہ ہمارا ان لوگوں سے بھی تو اختلاف حضرت مسیح موعود کی خاطر ہی ہے۔ پس اس کا یہ خیال کہ مَیں قادیان والوں کی کچھ تعریف کر کے اور مولوی

محمد علی کو مد مقابل بنا کر حضرت مسیح موعودؑ پر جو اعتراض کروں گا ان کا کوئی جواب نہیں دے گا غلط تھا۔

جب مَیں نے وہ اشتہار پڑھا تو میرے دل میں جوش پیدا ہؤا کہ اس بے وقوف نے کیسی چالاکی کی ہے مگر اس کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم اس معاملہ میں کسی دشمنی اور کسی اختلاف کو راہ نہیں دیتے۔ بلکہ جب کوئی حضرت مسیح موعود پر حملہ آور ہوگا ہم اس کا ضرور جواب دیں گے۔

اُس نے اپنے اشتہار میں کئی طرح سے مغالطہ دئے ہیں۔ مثلاً اس نے براہین احمدیہ حصّہ پنجم سے ایسے حوالہ نقل کئے ہیں جن سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ اس پیشگوئی سے مراد زلزلہ ہی ہے۔ جنگ وغیرہ نہیں ہے۔ لیکن اس کو معلوم نہیں کہ وہاں جو تعیین کی گئی ہے وہ اس پہلے زلزلہ کے متعلق ہے جو ۴/اپریل ۱۹۰۵ء کو آیا تھا۔

دوسرے اس نے یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب تو فرماتے ہیں کہ زلزلہ میری زندگی میں آئے گا۔ اگر اس جنگ کو ہی اس پیشگوئی کا مصداق ٹھہرایا جائے تو پھر یہ آپ کی زندگی میں ہی کیوں شروع نہیں ہوئی۔

یہ ٹھیک ہے کہ حضرت صاحب نے تحریر فرمایا تھا کہ میری زندگی میں ہی یہ پیشگوئی پوری ہوگی۔ مگر خدا تعالیٰ نے ہی آپ کو الہامًا یہ دُعا سکھائی۔ رب اخر وقت ھذا [۱]۔ اے خدا اس نشان کے وقت میں تاخیر ڈال دے۔ پہلے جس طرح آپ کو کہا گیا تھا۔ اسی کے مطابق آپ نے لکھا۔ مگر پھر خدا تعالیٰ نے الہامًا یہ دُعا سکھلائی کہ اس نشان میں تاخیر ہو جائے۔ اس لئے تاخیر ہو گئی۔

پھر اس بات پر بہت زور دیا گیا ہے کہ جب زلزلہ کا لفظ موجود ہے تو اس سے جنگ کس طرح مراد لی جاسکتی ہے۔ حالانکہ عذاب جنگ کے لئے زلزلہ کا لفظ قرآن مجید میں موجود ہے۔ پھر یہ لکھا گیا ہے کہ اس ملک میں اس کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہؤا۔ مگر یہ کس قدر غلط ہے۔ کیا یہ ملک جنگ کے اثر سے محفوظ ہے؟ اب تک کس قدر جانیں اس ملک کی اس جنگ کی نذر ہو چکی ہیں۔ اور ابھی تک یہ سلسلہ چلا جاتا ہے۔ اس پیشگوئی میں تو یہ فرمایا گیا ہے ۔

مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جنّ و انس
زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی با حالِ زار [۲]

یعنے یہ جنگ کسی خاص ملک سے متعلق نہیں ہوگی بلکہ عالمگیر ہوگی۔ کیونکہ فرمایا۔ اس کا خوف تمام جن وانس پر حاوی ہوگا۔ اور اس کا خاص جولان گاہ وہ جگہ ہوگی جس کے ایک خطّہ میں زارؔ بھی

---

[۱]:۔ تذکرہ ص ۶۰۶
[۲]:۔ براہین احمدیہ حصّہ پنجم۔

ہوگا۔اور افراد میں سے سب سے زیادہ مصیبت زار کے لئے درپیش ہوگی۔دیکھو بلجیم تباہ ہؤا۔مگر اس کا بادشاہ۔بادشاہ ہی ہے۔اس کے سفیر تمام ممالک میں موجود ہیں۔مگر زار کی جو حالت ہوئی ہے وہ سب کو معلوم ہے۔اس سے زیادہ اور کیا صاف اور کھلا نشان ہوسکتا ہے۔

پس آپ کی ایسی کھلی کھلی پیشگوئیوں کے باوجود آپ سے استہزاء کیا جانا صاف ظاہر کررہا ہے کہ آپ خُدا کے نبی اور رسُول تھے۔

خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعودؑ کے دشمنوں کو آنکھیں بخشے۔تا وہ آپ کو پہچانیں۔اللہ کے رسُول بڑا فضل ہوتے ہیں۔جو لوگ ان کو قبول کرتے ہیں وہ بڑے فضلوں کے وارث ہوجاتے ہیں، ہماری دُعا ہے کہ خدا وہ دن جلد لائے کہ اسلام کی صداقت تمام دنیا پر پھیل جائے۔

(اتنا فرما کر آپ بیٹھ گئے اور جب دوسرے خطبہ کے لئے اٹھے تو فرمایا)

ایک بات بیان کرنی رہ گئی ہے۔اور وہ یہ کہ مخالفین کو دھوکہ لگا ہے کہ ان کے نزدیک حضرت مسیح موعود نے صرف ایک یہ ہی زلزلہ کی پیشگوئی کی ہے۔مگر واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کو خُدا نے کئی زلزلوں کی خبر دی ہے۔[1]

چنانچہ ان میں سے بعض بڑے بڑے فرانسسکو وغیرہ مقامات میں آپ کی زندگی میں ہی آچکے ہیں۔اور ابھی کونسے رُک گئے ہیں۔جس دن اشتہار آیا۔اور میری توجہ ادھر ہوئی کہ کیسے حق پوش لوگ ہیں۔ایسے کھلے اور بیّن نشانات کو بھی نہیں مانتے۔اور کہتے ہیں زلزلہ آنا چاہیئے تھا تو خدا تعالیٰ نے۔۱۰رمئی کی رات کو ایک زور کا زلزلہ بھیج دیا کہ اگر تم یہی چاہتے ہو تو اسی کو دیکھ لو۔دہرم سالہ سے خط آیا ہے کہ بڑے زور کا زلزلہ تھا۔نقصان جان بھی ہؤا ہے۔عمارات کو بھی نقصان پہنچا اور نیز یہ بھی لکھا ہے کہ ۱۹۰۵ء سے زیادہ تھا۔ابھی اس کی تفصیلات شائع نہیں ہوئیں۔وہ نادان ابھی سے کیوں گھبراتا ہے۔زلزلہ خُدا کے پاس بہت ہیں۔جس طرح خُدا کے پاس فضل اور احسان بہت ہیں۔اسی طرح اس کے پاس شریروں کے سزا دینے کے لئے زلزلے بھی ہیں۔ابھی تو اور بڑے بڑے عظیم الشان زلزلے آئیں گے۔خدا بہت بڑا رحیم ہے۔ویسا ہی عذاب دینے میں بھی بہت سخت ہے۔خدا تعالیٰ لوگوں کو حق کے سمجھنے کی توفیق دے۔آمین۔

(الفضل ۲۲رمئی ۱۹۱۷ء)

---

[1] :- حقیقۃ الوحی۔